یَدِہٖ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے ''بیعت'' کرنے کو بھی تیار ہوں!'' اس وقت کوفہ کا گورنر عبیداللہ ابن زیاد تھا۔ سیدنا علی ﷺ کی ایک بیوی محترمہ ام البنین رحمتہ اللہ علیہا کے بھائی اور کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے علم بردار، اور وفادار و فداء کار ماں سے سوتیلے بھائی جناب عباس کے حقیقی ماموں حضرت ذوالجوشن ضبائی صحابی رضی اللہ عنہ کا بیٹا شمر جو بدبختی سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مخالف و دشمن اور ابن زیاد کا مشیر و معاون خصوصی بنا ہوا تھا اور بعد میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں شامل ہو کر جہنم کا خریدار بن گیا تھا۔ اس شمر کے بھڑکانے سے ابن زیاد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تین بہترین شرائط ماننے سے منکر ہوا۔ نفسانیت وشیطنت کی تکمیل اور اپنے حسد و بغض کی تسکین کے لیے یزید کے حقیقی منشاء اور حکم کے خلاف سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے اپنے ہاتھ پر غیر مشروط بیعت کے مطالبہ پر اڑ گیا۔ اس نے کہا کہ میں یزید کا نمائندہ ہوں۔ اس لیے بجائے دمشق جا کر یزید سے خود معاملہ طے کرنے کے یہیں میرے ہاتھ پر بیعت کرو۔ تو اس پر جواباً سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَاللّٰہِ! لَنْ یَّکُوْنَ ھٰذَا - اِلَّا بَعْدَ الْمَوْت ''یہ نہیں ہو سکتا' تیری یہ حیثیت نہیں ہے کہ ''لونڈی بچے اور ذلیل لوگ'' مجھ سے غلط مطالبہ کر کے غیر مشروط بیعت لیں یہ بات میرے جیتے جی اور چپ چاپ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ہاں! میرے مرنے اور قتل ہو جانے کے بعد تم میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں لے کر سمجھ لو کہ میں نے بیعت کر لی ہے؟ تو یہ ہو سکتا ہے۔ تم اس سے میری گفتگو کراؤ' وہ میری بات اور شروط مان لے۔ ورنہ یزید کی خاطر تمہارے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں۔'' اس واقعہ کا حاصل تو سارا اتنا ہی ہے باقی سب لفاظی سبائیوں رافضیوں کی عجمی ڈرامائی داستان ہے اور کچھ نہیں!

[اقتباس خطاب: جام پور ۲۴ر رجب المرجب ۱۴۱۰ھ ۲۹ر مئی ۱۹۸۱ء]

[مطبوعہ: ''الاحرار'' ش ۱،۲۔ ج ۱۰، رمضان ۱۴۱۰ھ۔ اپریل ۱۹۹۰ء]

☆☆☆

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
4 جنوری 2009ء
اتوار بعد نماز مغرب
دفتر احرار 69/C
وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی پہلی اتوار کو بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے
تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور فون: 042-5865465

شہیدِ غیرت
مظلومِ کربلا
ریحانۃ النبی

سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہم

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جماعتِ صحابہؓ......... دانائے سبل، فخر الرسل، مولائے کُل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پروردہ جماعت ہے کہ جن کا حکم، حکم الٰہی، کلام، کلام الٰہی اور عمل منتہائے ربیّ ہے۔ مولائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین لاکھ سے متجاوز قدسی صفت صحابہؓ کی جماعت گراں مایہ میں فکر ونظر اور شعور واحساس کا وہ نور منتقل کیا کہ جو قیامت تک امتِ رسول ﷺ کے لیے ہدایت اور حریت کے راستوں کو اجالتا رہے گا۔

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، نورِ نظر علی المرتضیٰ، سیدنا حسین سلام اللہ ورضوانہ علیہ بھی اسی جماعتِ صحابہؓ کے فرد فرید اور لُولُوئے لالہ ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات میں اسوۂ رسالت کا یہی نورانی عکس نمایاں تر ہے۔ آپ کا اسوہ مقام صحابیت کی عملی تفسیر ہے۔ اور اس سے اس ارشادِ نبوی کی صداقت پر ایمان قوی ہوجاتا ہے کہ جماعت صحابہ کا ہر ہر فرد قیامت تک امت رسول کے لیے ذریعہ ہدایت ہے۔ وہ سب آسمان نبوت کے روشن ستارے ہیں۔ وہ سب مومنین کاملین ہیں۔ صحابہ کے ایمان کی گواہی خود اللہ نے کلام اللہ میں دی۔ منافقت اور ایمان کی راہیں متضاد اور جدا جدا ہیں۔ بعض لوگ منافقت کا روپ دھار کر صحابہ کی جماعت میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی منافقت واضح کردی۔ حضور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن منافقین کا نام لے لے کر انہیں اپنی جماعت سے باہر نکال دیا تھا۔ اس فیصلہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صحابی رسول کے ایمان میں شک کا اظہار بجائے خود منافقت ہے۔

سیدنا حسینؓ.......! صالح، زاہد، عابد، باکمال، منکسر المزاج، متواضع، شب زندہ دار، تہجد میں اللہ سے گفتگو کرنے والے، اپنے رب کے حضور عجز کا اظہار کرکے طویل سجدے کرنے والے اور قیام طویل میں ایک یا دو پارہ نہیں سورۃ بقرا یک رکعت میں پڑھنے والے تھے۔ جنہوں نے بچپن میں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پیار کی بہاروں کو لوٹا ہے۔ آپ کی گود میں کھیلے ہیں اور وہ ریحانۃ النبی ہیں...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا.......

''یااللہ! جو حسینؓ سے محبت کرے، میں اس سے محبت کرتا ہوں، جو حسینؓ سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی معیت جسدی اور معیّتِ زمانی حاصل ہے۔ آپ براہِ راست فیضانِ رسول حاصل کرنے کے شرف سے مشرف ہیں۔ آپ کا یہ مقام ومرتبہ اور اجلال واکرام ہی ہماری محبتوں کا مرکز ومحور ہے۔

سیدنا حسینؓ کا واقعہ شہادت، منافقین عجم کے سازشی فکر وفلسفہ کا شاخسانہ ہے۔ شہادت حسینؓ سے دین کی روح

عمل سمجھ میں آ جاتی ہے اور غیرت وحمیت اپنے اوج کمال پر نظر آتی ہے۔ سیدنا حسینؓ نے جہاں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلعتِ شہادت زیب تن کی، وہاں انھوں نے منافقین عجم کے اس گروہِ خبیث کو بھی ہمیشہ کیلئے رسوا کر دیا جو ان کے نانا ﷺ کے دین کے درپے آزار ہو کر خلافتِ عثمانی پر مہلک وار کر چکا تھا۔

حادثہ کربلا کے پس منظر میں یہودیوں، سبائیوں اور مجوسیوں کی منافقانہ سازشیں کارفرما تھیں۔ خیبر کی شکست، جزیرۃ العرب سے انخلاء اور اپنے اقتدار کے چکنا چور ہونے کے بعد یہودیوں نے امتِ مسلمہ میں انتشار وافتراق کی گہری سازشیں شروع کر دی تھیں اور وہ اسلامی حکومت کے استحکام اور تیزی سے بڑھتی ہوئی فتوحات سے خوفزدہ ہو کر انتقام پر اتر آئے تھے۔ ادھر عجمی مجوسیوں کو اقتدارِ کسریٰ کے ملیامیٹ ہو جانے کے کبھی نہ مندمل ہونے والے زخم چاٹنے کی مصروفیت تھی، انہی دو نمایاں عناصر کو ایک حسبی نسبی یہودی مسٹر عبداللہ ابن سباء جیسا شر دماغ سازشی میسر آیا جس نے شہید مظلوم سیدنا حسینؓ کی شہادت تک مرکزی کردار ادا کیا۔

۶۰ ھ میں جب امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو کوفہ کے کچھ منافقوں نے سیدنا حسینؓ کو خط لکھا کہ ''حسینؓ! تجھ کو مبارک ہو معاویہ مر گیا!'' سازش اور فساد کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔ کوفیوں نے سیدنا حسینؓ کو خطوط لکھے، خلافت پر متمکن ہونے کی دعوت دی اور کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، میدان خالی ہے۔ پھل پک چکا ہے، آیئے! ہم آپ کو امام مانتے ہیں۔ تاریخ کی روایات میں ہے کہ سیدنا حسینؓ کو بارہ ہزار خطوط لکھے گئے۔ آپ نے حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔ پہلے ہزاروں کوفیوں نے ان کی بیعت کی پھر انہیں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ چنانچہ جب سیدنا حسینؓ مقام ثعلبیہ پر پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تو آپ نے جناب مسلم بن عقیل کے بیٹوں سے مشورہ کے بعد یزید سے ملاقات کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے بھی آپ کے ساتھ تھے اور اسی مقام سے کوفہ کی بجائے شام کا سفر شروع کیا۔ ابن زیاد اور شمر جو مسلم بن عقیل کے قتل میں براہِ راست شریک اور ملوث تھے، انھوں نے سمجھ لیا کہ اگر سیدنا حسینؓ 'یزید کے پاس پہنچ گئے تو اصل سازش عیاں ہو جائے گی اور مفاہمت ہو جائے گی۔ چنانچہ انھوں نے آپ کا راستہ روکا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ سیدنا حسینؓ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: ''ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ یہ میری موت کے بعد ہی ممکن ہے''۔ سیدنا حسینؓ کا یہ فیصلہ عین حق تھا اور غیرت حسینؓ کا یہی تقاضا تھا۔ پھر میدان کربلا میں سیدنا حسینؓ نے جو تین شرائط پیش کیں، اُن پر ائمہ اہل سنت اور ائمہ اہل تشیع متفق ہیں اور دونوں طبقوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جو ''تاریخ ابن کثیر''، ''تاریخ طبری'' اور شیعہ کی مشہور کتاب ''الشافی'' میں کچھ یوں مرقوم ومرتسم ہیں:

> ''میری تین باتوں میں سے ایک بات پسند کر لو۔ یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں، یا تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں، وہ میرا عم

زاد ہے۔ پھر وہ میرے متعلق خود اپنی رائے قائم کرلے گا۔ یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کردو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی مل جائے گا۔ اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی، وہی مجھے بھی پہنچے گی (''الشافی'' ص ۷۱)

یہی وہ تین شرائط ہیں جو اہل سنت کے لیے فیصلے کا معیار ہیں۔ اصل مجرموں کی شناخت کے لیے بھی یہیں سے حقیقی بنیادیں فراہم ہوتی ہیں۔ ان شرائط کے مطالعہ کے بعد کسی قصے، کہانی اور افسانے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اور حقائق کھل کر، ابھر کر اور نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

جولوگ آج آلِ رسول اور اہل بیت رسول علیہم السلام کی محبتوں کا واسطہ دے کر حق و باطل کے خانہ ساز معرکے اٹھا رہے ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں۔ ان کی ساری خرمستیاں' سبائی دولت، اشتری حیلوں، حکیمی تجبر اور مختاری چالوں کا مظہر کامل ہیں۔ یہود و مجوس کی ساری تگ و دو اس نکتہ پر مرتکز ہے کہ تاریخ، ادب، سیاسیات، سماجیات اور اعتقادات کے ہر ہر گوشے میں شرک اور نفاق کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے بت کھڑے کردیئے جائیں۔ میدان جنگ میں عبرتناک شکست اور ذلت آمیز موت سے پے در پے دوچار ہونے والے اعداءِ رسول و اعداءِ اصحاب رسول کے پاس یہی ایک انتقامی حربہ تھا جو پوری قوت سے مسلسل آزمایا گیا اور آزمانے والے وہی تھے کہ فتنہ و سازش اور شرک و نفاق جن کی فطرت و طینت، ضمیر و خمیر، سرشت و خصال اور فکر و نہاد کے اجزاء ترکیبی ہیں۔ جس کا دردناک مظاہرہ شہادت سیدنا عثمانؓ کی صورت میں ہو چکا تھا۔

''بندگی بوتراب'' کا نعرہ سرزمینِ عجم کو اسی لیے راس اور خوش آیا کہ یہاں صنم پرستی، شاہ پرستی، اور شخصیت پرستی مزاجوں کا حصہ ہو چکی تھی۔ جہاں بندگیٔ طاقت و دولت آئین ہائے کہنہ و نو کے متنِ واحد کا درجہ رکھتی تھی، ایسی رت میں، ایسے ماحول میں اور ایسے موسم میں خبیثانِ عجم، یہود و مجوس کے لیے سازگاری ہی سازگاری تھی۔ چنانچہ ملت ابراہیمی کی عالمگیر وحدت کو پارہ پارہ اور امت محمدیہ کی ابدی شوکت و سطوت کو مجروح و مسخ کرنے کے لئے آلِ رسول علیہم الرضوان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا اور کربلا مقتل گاہِ آلِ رسول بنادی گئی۔ سبطِ رسول شہید کردیئے گئے اور انہی کے نام پر ایک نیا دین گھڑا گیا، ایک نیا دھرم متعارف کرایا گیا جس کے پجاری و بیوپاری گزشتہ تیرہ سو سال سے اسلام کے صدرِ اوّل میں اپنی جانکاہ ہزیمتوں کا انتقام لے رہے ہیں لیکن یہ دین اسلام ہے کہ خون صحابہؓ اور اسوۂ و آثار اصحابِ رسول علیہم الرضوان اس ناقابل تسخیر قلعہ کی فصیلیں ہو گئی ہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے' سیدنا حسینؓ کا نام گونجتا رہے گا اور اسلام کی آبیاری کے لئے جان و مال قربان کرنے والوں (صحابہ کرامؓ) کا نام بھی تا ابد تابندہ رہے گا۔

حادثۂ کربلا کا تعلق عقائد سے نہیں تاریخ سے ہے۔ عقیدہ کی بنیاد قرآن و سنت ہے۔ بعض لوگوں نے تاریخ کی بنیاد پر عقیدہ گھڑ لیا ہے۔ جو یقیناً جہالت اور گمراہی ہے۔ تاریخ کی تمام کتابوں میں ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے نہ تو اپنی